حکم نماز قصر بحالتِ امن وراحت

فقہ وحدیث کی ایک بحث

ریل کے سفر میں نماز کا قصر کرنا

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نے حکم نماز قصر کے بارے میں مولانا ابوالکلام مرحوم سے ایک استفسار فرمایا اور مولانا مرحوم نے الہلال میں اس کا جواب شائع فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت لاہوری نے ایسا فرمایا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت لاہوری دہلی میں مقیم اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں فرائض تدریس انجام دے رہے تھے اور انتظامی امور میں مولانا عبیداللہ سندھی ناظم نظارۃ المعارف کی نیابت بھی فرماتے تھے گویا کہ حضرت نائب ناظم تھے۔ مولانا سندھی کے سفر کابل (۱۹۱۵ء) کے بعد حضرت لاہوری ناظم ہو گئے تھے۔

اب آپ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کا استفسار اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب مطالعہ فرمائیں۔

استفسار یہ ہے:

ایک مستند اور بزرگ عالم نے نماز قصر کے متعلق فرمایا کہ ریل کے سفر میں قصر کرنا جائز نہیں، کیونکہ قصر کا حکم اس وقت ہوا تھا جب کہ خوف وجنگ اور شدائد وتکالیف کے ساتھ سفر ہوتا تھا۔ اب ریل کے سفر میں وہ حالت کہاں باقی رہی ہے۔ اس کی نسبت احقر نے جناب سے استفسار کیا تھا۔ جناب نے ارقام فرمایا کہ احادیث صحیحہ سے قصر کرنا

ہر حال میں ثابت ہے۔ چنانچہ میں نے اسے بیان کیا۔ لیکن اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ احادیث میں تو اختلاف ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت ثابت ہے کہ وہ قصر نہیں کرتے تھے۔ اتنے بڑے جلیل القدر اصحاب نے جب قصر نہیں کیا تو پھر کیونکر سنت ہو سکتا ہے؟ میں نے آپ کا حوالہ دیا تو انھوں نے کہا کہ انھیں حدیث کی کچھ خبر نہیں؟ وہ اس بحث سے واقف ہی نہیں ہیں۔ ان کے مقابلے میں ایک اور عالم مصر ہیں کہ قصر کرنا واجب ہے اور ثابت ہے اب احقر نیز یہاں کے مسلمان حیران ہیں کہ کیا کریں۔ امید ہے کہ جناب میری تشفی فرمادیں گے اور خط کی جگہ الہلال میں مفصل بحث کریں گے۔

احقر العباد احمد علی

ایڈیٹر الہلال مولانا ابو الکلام آزاد کے قلم سے جواب یہ ہے:

الہلال

جواب کو چند دفعات میں بالترتیب عرض کروں گا:

القرآن الحکیم

(۱) قرآن کریم میں سفر اور خوف کے وقت نماز کے قصر کرنے کا حکم سورۂ نساء میں بہ تصریح موجود ہے:

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا ۰	اور مسلمانوں! جب تم جہاد کرو یا سفر کرو اور تم کو خوف ہو کہ نماز پڑھنے میں کافر حملہ کر بیٹھیں گے تم پر کچھ گناہ نہیں اگر نماز میں کچھ گھٹا دیا کرو بیشک کافر تمھارے کھلے دشمن ہیں۔

پھر اس کے بعد جنگ اور خوف کی حالت کے متعلق یہ تک فرمایا:

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم	اور اے پیغمبر! جب تم فوج کے ساتھ ہو اور نماز پڑھانے لگو تو اس سے نماز

معک ولیاخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتہم۔	پڑھی جائے پہلے ایک جماعت تمہارے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لیے رہے جب وہ سجدہ کریں تو پیچھے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت جو اب تک شریک نہیں ہوئی تھی آگے بڑھ کر نماز میں شریک ہو جائے اور ہوشیار رہے نیز اپنے ہتھیار بھی لیے رہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر اور خوف دونوں حالتوں میں نماز کو گھٹا کر یعنی قصر کرکے پڑھنا چاہیے

سفر کی تصریح "واذا ضربتم فی الارض" میں موجود ہے۔

لیکن چوں کہ اس کے ساتھ حالت خوف و جنگ کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں سفر سے مقصود خاص وہی سفر ہوگا جو جہاد و قتال کی غرض سے کیا جائے۔

اس آیت سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر کی حالت میں دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ فرمایا کہ ایک جماعت جب سجدہ کر چکے تو ہٹ جائے اور دوسری جماعت آکر پڑھے ایک سجدہ سے مقصود ایک ہی رکعت ہوگا۔

نماز کا جب حکم ہوا تو صرف دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ہجرت تک آنحضرتؐ نماز مغرب کے سوا اور تمام نمازیں دو دو رکعت پڑھتے تھے ہجرۃ کے بعد چار رکعت قرار دی گئی پس چونکہ اصل نماز کی دو رکعت تھی اور اصل کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے جنگ اور خوف کے وقت میں بھی وہ قائم رہی۔

چنانچہ عروہ بن زبیر کی روایت سے حضرت عائشہؓ کا قول مشہور ہے:

فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلاۃ السفر وزید فی صلاۃ الحضر۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ المسافرین ص ۲۵۷)	نماز دراصل دو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد وہ سفر کی حالت میں قرار پائی۔ اور قیام کی حالت میں زیادہ ہو گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگ نے آپ سے نماز قصر کی نسبت کہا ہے، ان کی نظر صرف اس آیت ہی کی طرف ہے اور بلاشبہ یہ درست ہے کہ قصر کا حکم جنگ اور خوف ہی کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ لڑائی کے عالم میں زیادہ عرصے تک نماز میں مصروف رہنا ہوشیاری اور حفاظت کے خلاف تھا۔

لیکن جو نتیجہ انہوں نے اس سے نکالا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں۔

سنتہ ثابتہ اور آثار صحیحہ

(۲)۔ بلاشبہ اس آیت میں جنگ اور خوف کی حالت کا ذکر اور حکم ہے، لیکن یہ بھی بالکل قطعی اور یقینی طور پر احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سفر کی حالت میں نماز قصر پڑھی، گو وہ سفر امن اور بغیر جنگ ہی کے ہو کبھی بھی چار رکعت پڑھنا ان سے ثابت نہیں۔ اسی طرح خلفاء اربعہ کی نسبت بھی ثابت ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اور ہر طرح کے سفر میں قصر کیا، اور یہ امر اس درجہ حد تواتر و شہرت تک پہنچا ہوا ہے اور صدر اول و عہد صحابہ کا تعامل اس درجہ متیقن ہے کہ اس سے انکار کرنا کسی طرح ممکن نہیں اور جس شخص نے ایک نظر بھی کتب حدیث پر ڈالی ہے وہ کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔

یہ صحاح ستہ کے ابواب صلاۃ میرے سامنے ہیں اور اس کے شواہد کثیرہ سے لبریز ہیں۔ پھر قول جمہور بھی اسی کا موید ہے اور تمام ائمہ اور فقہا کا بھی یہی مذہب ہے میں کتنی حدیثیں نقل کروں گا، اور ایک صریح اور مسلم بات کے لیے دلائل تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ حضرت انسؓ ہی کی روایت اس بارے میں کافی ہے، اگر وہ حدیث کے طالب ہیں:

خرجنا مع النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین حتی رجعنا الی المدینۃ قلت اقمتم بمکۃ شیئًا؟ قال اقمنا بہا عشرا۔	ہم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ وہ برابر دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ میں قیام کر کے پھر مدینہ واپس پہنچ گئے۔ یعنی مدینہ آنے تک یہی حالت رہی۔ یحیی بن ابی اسحاق راوی نے

(بخاری جزءثانی باب ماجاءفی القصر) پوچھا کہ مکہ میں کچھ قیام بھی کیا تھا؟ کہا کہ ہاں ایک عشرہ۔

صرف صحیحین ہی کو اٹھاکر دیکھ لیجئے۔ خلفاء اربعہ اور تمام اجلہ صحابہ کا ہمیشہ ایک عمل اسی پر رہا ہے۔

مسلم میں بروایت مجاہد حضرت ابن عباس کا قول صاف صاف موجود ہے: فرض اللہ الصلوٰۃ علیٰ لسان نبیکم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (کتاب صلوٰۃ المسافر وقصرھا)۔

حکمت بقاء حکم قصر مع فوت علت

(۳) البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب قصر کا حکم ایک خاص علت کی وجہ یعنی جنگ وخوف کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو پھر دفع علت کے بعد کیوں قائم رہا؟ آپ کے سوال میں اسی پر زور دیا گیا ہے لیکن قبل اس کے کہ آج اس کی نسبت شبہ پیدا ہو، خود اسی عہد مقدس میں یہ شبہ پیدا ہوا اور اس کا جواب بھی دیا گیا۔ یعلی بن امیہ نے یہی سوال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا:

عن یعلی بن امیہ قال: قلت لعمر ابن الخطاب: "لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلواۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا" فقد امن الناس. فقال: عجبت مما عجبت فسالت صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال: صدقۃ تصدق

یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا: قرآن میں تو یہ ہے کہ اگر تمھیں کافروں کی طرف سے خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اگر تم نماز کو قصر کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم صرف بے امنی اور خوف کی وجہ سے ہے، لیکن اب تو امن ہو گیا ہے اور وہ حالت باقی نہیں رہی اب کیوں قصر کیا جاتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس طرح تمھیں اس آیت کی بناء پر تعجب ہوا ہے مجھے بھی ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے آنحضرت سے دریافت کیا انھوں نے

کی بھی صحبت پائی لیکن انھوں نے بھی سفر کی دو رکعتوں کو کبھی زیادہ نہیں کیا، یہاں تک کہ وفات پاگئے۔

پس دیکھو اس روایت سے کس طرح صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام الوری پر نماز قصر کے متعلق انھیں کوئی اختلاف تھا وہ اسی طرح نماز قصر کرتے تھے جس طرح کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کرتے رہے اور نیز یہ کہ وہ آخر تک اسی پر قائم رہے۔

البتہ اپنی خلافت کے دوسرے سال انھیں ایک جزئی اختلاف اس مسئلے میں پیدا ہوا اور وہ قصر کے ایک موقعہ اور سفر کے ایک مخصوص کی نسبت آنحضرتؐ کا طرز عمل دیگر اجلۂ صحابہ کے سامنے یہ تھا کہ وہ منیٰ میں بھی مثل دیگر مواقع سفر کے قصر پڑھا کرتے تھے حضرت عثمان بھی اپنی خلافت کے ابتدائی عہد میں ایسا ہی کرتے رہے مگر دوسرے سال انھوں نے اختلاف کیا اور منیٰ میں پوری نماز پڑھی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہ سے مروی ہے:

صلیت مع النبی بمنیٰ رکعتین وابی بکر و عمر ومع عثمان صدرًا من امارتہ ثم اتمہا (بخاری ماجاء فی التقصیر)	میں نے آنحضرتؐ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت پھر ابوبکرؓ کے ساتھ اور عمرؓ کے ساتھ، اسی طرح عثمانؓ کے ساتھ بھی ان کی خلافت کے ابتدائی عہد میں پڑھیں اس کے بعد ان کی رائے بدل گئی اور پوری پڑھنے لگے۔

پس حضرت عثمان کا جو اختلاف ہے وہ عام مسئلہ قصر پر کچھ موثر نہیں صرف قصر الصلاۃ بمنیٰ کی نسبت انھوں نے رائے بدل دی تھی اور اس کی تاویل کرلی تھی جس کی تفصیل کتب شیعہ فقہ و حدیث میں موجود ہے۔

ہمارے لیے اس قدر کافی ہے کہ منیٰ میں آنحضرت اور شیخین کا قصر ثابت ہے۔ نیز اجلۂ صحابہ مثل ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ بھی اسی پر عامل تھے۔ صرف ایک حضرت عثمان کا اجتہاد اس بارے میں کیا موثر ہو سکتا ہے؟

اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقۃ جواب دیا کہ یہ خدا کا تم پر صدقہ ہے۔ اس کے بخشے ہوئے صدقے کو قبول کرلو؟

یہ حدیث میں نے صحیح مسلم سے نقل کیا ہے لیکن نسائی نے بھی اسے یعلی بن امیہ کی روایت سے باختلاف رواۃ مالبعد لیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ شریعت نے تمام احکام میں آسانی اور سہولت ملحوظ رکھی گئی ہے "الدین یسر" شریعت حقہ کی بڑی پہنچان ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری پر جب رحم فرماتا ہے تو اسے واپس نہیں لیتا۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے۔ گو حکم جنگ اور خوف کی بناء پر ہوا تھا لیکن جب خدا نے آسانی عطا فرما دی تو یہ اس کی بخشش ہے اور خدا کی بخشش کو کون ہے جو رد کرنے کی جرائت کر سکتا ہے؟ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر! وقال ایضا سبحانہ وتعالیٰ: وما جعل علیکم فی الدین من حرج انسان کے لیے سچا قانون وہی ہو سکتا ہے جو اس کے ضعف، اس کی مجبوریوں اور اس کی طبیعی احتیاجات و داعیات کا پورا پورا لحاظ ہے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ

(۳) نماز قصر کے متعلق صحابہ کرامؓ کے اس عام اجتماع سے صرف حضرت عثمان اور حضرت عائشہ مختلف پائے جاتے ہیں۔ اور بوجہ نا واقفیت و عدم نظر کے بزرگ موصوف نے اس سے احتجاج کیا ہے لیکن اس اختلاف کی حقیقت انھیں معلوم نہیں اس اختلاف میں بھی پہلا اختلاف محض جزئی ہے۔

حضرت عثمانؓ کو حالت سفر میں قصر سے اختلاف نہ تھا۔ مثل حضرات شیخین و اجلہ صحابہؓ کے وہ بھی قصر کیا کرتے تھے صحیح مسلم میں عاصم بن عمر کا قول ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی حضرت ابوبکر کے ساتھ بھی حضرت عمر کے ساتھ پڑھی لیکن یہ سب قصر کیا کرتے تھے اور آخری وقت تک ان کا عمل اسی پر رہا۔ روایت میں حضرت عثمانؓ کی نسبت بھی اسی جزم و یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ: فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ یعنی میں نے حضرت عثمانؓ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

(۵) البتہ حضرت عائشہ کا اختلاف اس معاملے میں بہت مضطرب اور عجیب ہے ایک طرف تو خود ان کا قول اوپر گزر چکا ہے کہ: فرضت الصلوۃ رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوۃ السفر وزید فی صلاۃ الحضر (نماز اصل میں دو دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر وہ سفر میں قرار پا گئی اور حضر میں زیادہ یعنی چار رکعت ہو گئی) دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قصر کی قائل نہ تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن کا اجتہاد اور بصیرۃ وعلم تمام صحابہ میں امتیاز خاص رکھتا تھا، سخت تعجب ہے کہ اس صاف اور صریح مسئلہ میں بغیر کسی سبب قوی کے ایسا مضطرب عمل رکھیں! میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کو بھی مثل حضرت عثمانؓ کے صرف منیٰ ہی کے قصر میں اختلاف ہوگا۔ عام طور پر نفس قصر سے اختلاف نہ فرماتی ہوں گی اس کی تائید مسلم کی ایک مشہور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ زہری سے حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت حضرت کا یہ مشہور قول حب نقل کیا کہ "سفر میں دو رکعت نماز قرار پائی" تو زہری نے سوال کیا؟

فقلت ما بال عائشۃ تتم فی السفر؟ قال انھا تاولت کما تاول عثمان۔ (کتاب صلوۃ المسافرین)	زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عروہ سے کہا کہ پھر عائشہ کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ سفر میں پوری پڑھتی تھیں؟ انھوں نے کہا کہ عائشہ نے بھی اس کی تاویل کرلی تھی جیسی کہ عثمان نے کی تھی۔

عروہ کے قول میں حضرت عائشہ کی تاویل کو حضرت عثمان کی تاویل سے تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ نفس تاویل میں بھی ہو سکتی تھی ویسی ہی تاویل حضرت عائشہ نے نفس مسئلہ قصر میں بھی کی اور اسی طرح مسئلہ قصر میں بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح حضرت عثمان نے تاویل کر کے منیٰ میں قصر ترک کر دیا تھا، اسی طرح حضرت عائشہ نے بھی منیٰ کے قصر

کی تاویل کرلی۔

(۶) اگر اس حدیث میں عروہ کے قول کا آخری مطلب سمجھا جائے تو نفس قصر کے متعلق حضرت عائشہ کا اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اس صورت میں ایک اور حدیث سامنے آئے گی جو امام شافعی نے روایت کی ہے "کل ذلک قد فعل النبی قصر الصلوٰۃ واتم" لیکن اس حدیث کی صحت بالکل مشتبہ ہے۔ اس کی روایت یوں ہے: "شافعی عن ابراہیم بن محمد عن طلحہ بن عمرو عن عطاؒ" لیکن ابراہیم بن محمد اور طلحہ بن عمرو باتفاق محدثین ضعیف الروایت ہیں اور ان دونوں کا ایک روایت میں جمع ہو جانا اس کی تضعیف کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ ارباب فن پر مخفی نہیں۔

بہر حال حضرت عائشہ کا اختلاف اگر صریح و عمومی صورت میں متحقق بھی ہو جائے، جب بھی تمام اجلہ صحابہ اور احادیث معروفہ و مشہورہ نبویہ کے مقابلے میں صرف ان کا اختلاف کیونکر مقبول ہو سکتا ہے؟ علی الخصوص جبکہ خود ان کا قول موجود ہے کہ سفر کی حالت میں دو رکعت قرار دی گئی اور خود ان کے بھانجے (یعنی عروہ) نے جو اس بارے میں اعلم الناس ہیں، صاف صاف کہدیا کہ وہ کسی تاویل کی بنا پر ایسا کرتی تھیں، نہ کہ کسی سنت کی بناء پر؟ اگر حضرت عائشہ کے پاس کوئی دلیل سنت موجود ہوتی، تو عروہ اس سے کیونکر بے خبر رہتے؟ فتامل وتدبر۔

حکم نماز قصر

(۷) اس بارے میں اختلاف ہے کہ حالت سفر میں قصر کرنا کسی حکم میں داخل کیا جائے اور اگر کوئی پوری چار رکعت پڑھ لے تو اس کا حکم کیا ہے؟ آیا وہ حرام ہوگا، مکروہ ہوگا، یا یہ کہ اس کا ترک اولیٰ ہے؟ امام شافعی کا مذہب ان کے ایک قول کے بموجب یہ ہے کہ قصر جائز ہے مگر اتمام افضل، لیکن اس سے زیادہ معتبر و مسلم قول ان کا وہ ہے جس میں قصر کو افضل بتلایا گیا ہے۔

امام مالک سے بھی دو مختلف قول منقول ہیں۔ ایک میں قصر و اتمام دونوں کو یکساں بتلایا

ہے ایک میں قصر کے وجوب کے قائل ہیں امام سحنون کی روایت وجوب ہی کی تائید کرتی ہے۔ امام احمد بھی ایک قول میں قصر کو افضل اور دوسرے میں اتمام کو مکروہ بتلاتے ہیں امام ابوحنیفہ قصر کے وجوب کے قائل ہیں یعلی بن امیہ کی حدیث میں آنحضرت نے مثل امر کے فرمایا ہے کہ قبول کرلو۔ اس لیے احناف کہتے ہیں کہ وجوب ثابت ہوگیا۔

لیکن "فاقبلوا" کو اس طرح کا امر نصی قرار دینا جس کو وجوب کے لیے مستلزم قرار دیا گیا ہے، ضروری اور قطعی نہیں۔ سب سے زیادہ اصح اور اوسط مسلک یہی ہے کہ قصر سنت ہے اور اتمام مکروہ، ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال میں سے ایک ایک قول سب کا بالاتفاق اسی کی تائید کرتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ باوجود وجوب کے فرماتے ہیں کہ قصر کی نیت واجب نہیں۔ اگر نیت واجب نہیں تو وجوب قطعی تو نہ ہوا۔

ریل میں نماز

(۸) الحاصل آج کل کے سفر میں بھی قطعاً نماز قصر کا حکم باقی و قائم ہے اور حالت خوف اور شرائط کا نہ ہونا اس پر کچھ موثر نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی پیٹھ پر جب نماز ثابت ہے تو ریل کے اندر کیوں جائز نہ ہوگی؟

(الہلال کلکتہ، ۶ مئی ۱۹۱۴ء ص ۶ تا ۸)